امام ابوحنیفہ اوران کے اجتہاد کا طریق کار

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور

چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کے عروج وانحطاط کی مختلف داستانوں کو سمیٹے ہوئے رخصت ہوچکی ہے۔اور پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات پورے عالم اسلام میں بڑے جوش وخروش سے منائی جارہی ہیں۔الحمدللہ کہ چودھویں صدی میں پورے عالم اسلام میں بیداری کی جو لہر اٹھی ہے۔اور اغیار کے مسلسل ظلم وستم پر مسلمانان عالم میں جو ردعمل پیدا ہوا ہے۔اس سے ایک خوشگوار رجحان کو بڑی تقویت ملی ہے۔کہ اغیار کے افکار پر انحصار کرنے کی بجائے انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں کتاب وسنت سے براہ راست رہنمائی حاصل کی جائے۔اس وقت عالم اسلام بے شمار مسائل سے دوچار ہے۔ان میں تجارت صنعت، زراعت اور آجر واجیر کے باہمی روابط اور مفادات کے مسائل بھی ہیں۔سیاست معیشت اور معاشرت کے مسائل بھی ہیں۔تعلیم وتربیت اور ثقافت کے مسائل بھی ہیں، جن میں فقہ وقانون، عدالتی طریق کار اور عدل وانصاف کے نظام کو مؤثر طور پر فعال بنانے، قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور ان کے مؤثر نفاذ کے مسائل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔(۱)

فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ وہ ان گنت مسائل جو کافی حد تک جدید تہذیب وتمدن اور مغربی افکار ونظریات کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں، کیا ان کا واقعی کوئی حل موجود بھی ہے یا نہیں۔اگر ہم اس سوال کا جواب تاریخ کے آئینے میں دیکھیں۔تو ہمیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے۔کہ رسول عربی ﷺ کے ظہور قدسی کے موقع پر اس وقت کی موجود دنیا میں نظامہائے حیات بالکل مختلف تھے۔صاحب قرآن ﷺ نے ہدایت ربانی کے نچوڑ اور صحیفہ فطرت قرآن کریم کی روشن تعلیمات سے اور اسے اپنے حسن عمل سے، عقائد وافکار، معاشرت، معیشت، قانون وسیاست، تعلیم وتربیت غرضیکہ ہر شعبہ حیات میں جو تاریخی اور مثالی، عظیم انقلاب برپا کیا، وہ کسی بھی صاحب علم ودانش سے مخفی نہیں۔اغیار بھی حضور ﷺ کے مشن کی عظیم کامیابی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔کہ محمد کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم روحانی اعتبار سے بھی اور دنیوی اعتبار سے بھی، پوری تاریخ عالم میں سب

سے کامیاب ترین شخصیت ہیں۔ چنانچہ "hart" کے اپنے الفاظ میں حضورﷺ کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ my choice of muhammad to lead the list of the world"s most influential persons may surprise some readers and may be questionded by others' but he was the only man in history who was supermely successful on both the religious and secular levels"2 اس تمہید سے مقصود یہ ہے کہ قرآن حکیم اورسنت رسول اکرمﷺ میں جو رہنما اور زریں اصول موجود ہیں۔ وہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ہر شعبۂ حیات میں کامل رہنمائی کے لئے ووافی ہیں۔ ہاں زمانے کی گردش، مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے امتزاج یا تصادم سے نئے ابھرنے والے مسائل کو حل کرنے کیلئے حضورﷺ کے فرمودہ طریق کے مطابق اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔ علامہ خضری نے اپنی کتاب "تاریخ التشریع الاسلامی" میں حضور اکرمﷺ کے ذاتی اجتہادات کی مختلف مثالیں پیش کی ہیں(۳)......احادیث کے معتبر و مستند مجموعوں میں بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں کہ حضورﷺ نے نہ صرف ذاتی اجتہاد سے کسی ایک مسئلے کو واضح فرمایا۔ بلکہ علت ومعلول کے باہمی ربط اوران وجوہ واسباب کی نشاندہی بھی فرمادی جو اس مسئلے میں اجتہاد کی بنیادو اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شواہد بھی موجود ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے بعض صحابہ کو عہد نبوی میں اجتہاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان میں جلیل القدر صحابی خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام سرفہرست ہے۔ اور بقول ڈاکٹر حمیداللہ: "رسول خداﷺ نے اپنی زندگی میں ان کو مدینہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلہ کے متعلق قانون اسلام دریافت کرنا ہو وہ عام طور سے انہیں سے رجوع کریں۔ اور یہ واحد شخص ہیں جو خود رسول اللہﷺ کی موجودگی میں فتوی دیتے تھے(۴)......علاوہ ازیں حضور اکرمﷺ نے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ کو نہ صرف یہ کہ اجتہاد اور قضا کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلکہ قضا کے اصول بھی بتائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی خود اپنی روایت ہے۔

"بعثنی رسول اللهﷺ الی الیمن قاضیافقلت: یارسول الله ترسلنی واناصغیرالسن ولاعلم لی بالقضاء؟فقال: ان الله سیهدی قلبک ویثبت لسانک،اذاتقاضی الیک

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزادی جائے گی ☆

رجلان، فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ احری ان یتبین لک القضاء۔"(۵)......

اسی طرح حضرت معاذ بن جبل کی وہ مشہور روایت ہے۔ جس کا تذکرہ اکثر و بیشتر اجتہاد کے تعلق میں کیا جاتا ہے(۶)...... یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں سرزمین حجاز کے مکینوں میں فطری سادگی تھی۔ اس لیے ابھی پیچیدہ مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لیکن سلطنت اسلامی کی روز بروز وسعت کے ساتھ ساتھ جب بے شمار ممالک اور علاقے اسلام کی نورانیت سے منور ہو گئے۔ اور مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے تعلق رکھنے والے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو نئے پیچیدہ مسائل ابھرے جنہیں یا تو خلافت راشدہ میں اجتماعی طور پر صحابہ کرام کی مشاورت سے حل کیا گیا یا پھر انفرادی سطح پر فتوے دیئے گئے۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی کے بقول فتوی دینے اور مقدمات فیصل کرنے کا کام سب سے پہلے خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے شروع کیا۔ ان میں سے حضرت عمرؓ فاروق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں ان میں سے بعض مختلف اسلامی ملکوں میں پھیل گئے۔ ان میں سے بعض صحابہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مکے میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مدینے میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کوفے میں اور حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص نے مصر میں...... ہر ایک شہر میں ان صحابہ اور تابعین کے فتاوی کا رواج ہوا جو وہاں آباد ہو گئے تھے(۷)...... مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر کبار صحابہ کے فتووں میں کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں (۸)...... اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں (۹)...... اور عصر حاضر میں علامہ خضری مرحوم نے صحابہ کرام کے فتووں میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور ان کے وجوہ و اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔(۱۰)...... یہاں اس امر کا ذکر مناسب معلوم ہوگا کہ عہد نبوی یا خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ عہد عباسی کے ابتدائی دور تک اسلامی قانون کی سرکاری سطح پر تدوین نہیں ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ "عہد نبوی مسلمانوں کا دور قانون سازی تھا۔ اس کے بعد تعبیر و توسیع کا سلسلہ جاری تو رہا۔ لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی۔ اگر چہ خلفاء کی سرپرستی بلکہ خود ان کی خواہش پر بعض خانگی مجموعے تیار ہوئے۔ جس کی ایک مثال خود امام مالک کی مؤطا کا خلیفہ منصور کی

ماجاز لعذر بطل بزوالہ ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا۔

خواہش پر مرتب کرنا ہے۔ (''دیکھئے زرقانی کی شرح مؤطا کا مقدمہ'') لیکن ان کو کبھی سرکاری طور پر قانونِ ملک کے طور پر نافذ کر کے عدالتی وانتظامی افسران مملکت کو انہیں کا پابند کر دینے کی صورت پیش نہ آئی۔ ایسے مجموعے صرف ایک درسی کتاب کی حیثیت حاصل کر سکے۔ جن سے حسب ضرورت حکام عدالت وغیرہ بھی مدد لیتے تھے'' (۱۱)...... اللہ تعالی کے فضل وکرم سے سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اوراس دوسرے مرحلے میں پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسائل پیش آئے جنہیں حل کرنے کے لئے فقہائے کرام کمربستہ ہوئے۔ ان میں آئمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل اور امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہم) خاص طور پر مشہور ہیں۔ جنہوں نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں اور شب وروز محنت اور انتھک کوششوں سے فقہ اسلامی کے پودے کی آبیاری کی۔ لیکن مذاہب فقہ میں سے سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کے تعارف میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔ "abu hanifa"d 767"founder of the hanfi school of law' to which almost 80 percent of the muslims in the world adhere"12 ڈاکٹر صبحی محمصانی نے فقہ حنفی کی ابتداء کا ذکر اور امام اعظم ابوحنیفہ کا مختصر تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ ''مذہب حنفی کوفہ میں پیدا ہوا۔ جس کے بانی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔ جو امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی علمی زندگی کی ابتدا علم کلام کے مطالعہ سے ہوئی۔ پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ) سے پڑھی۔ عملی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے۔ علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل ورائے سے استصواب کرنے، احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس واستحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کر دی تھی۔'' (۱۳)

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہر حضرت عمرؓ کے حکم سے بسائے گئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت ان شہروں میں آباد ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا۔ (۱۴)

حضرت علیؓ نے ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ان دونوں کے تلامذہ اور پھر ان کے تلامذہ نے علم فقہ کے فروغ واشاعت میں عظیم خدمات دیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کا زیادہ تر انحصار حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتووں پر ہے امام اعظم ابوحنیفہ کے طریق

اجتہاد کو زیر بحث لانے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔کہ امام اعظم کی شخصیت، علم فقہ کے ساتھ آپ کی وابستگی اور آپ کی اجتہادی بصیرت کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے۔

علامہ خیرالدین الزرکلی نے اپنی مشہور کتاب الاعلام میں یہ بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ ۸۰ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔(۱۵)......دکتور محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ولادت کے بارے میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔لیکن علامہ الموفق المکی کے حوالہ سے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (۱۶)...... پروفیسر ابوزہرہ مصری کے بقول آپ کی پرورش ایک خالص اسلامی گھرانے میں ہوئی۔(۱۷)......خطیب بغدادی کے قول کے مطابق ابوحنیفہ کے والد ثابت حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ابھی کمسن تھے' تو آپ نے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی خطیب بغدادی کے اپنے الفاظ میں'' **وذهب ثابت الى علی ابن ابی طالب وهو صغير فدعاله بالبركة فيه وفي ذريته** (۱۸)......

الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات اور تجارت میں آپ کی امانت و دیانت کا ذکر کرنے کے بعد علم فقہ کی طرف آپ کے میلان کی مختلف روایات بیان کی ہیں۔(۱۹) لیکن ان روایات میں سب سے زیادہ مشہور وہ روایت ہے جو خود ان سے مذکور ہے۔چنانچہ پروفیسر ابوزہرہ نے مختلف علوم کے بارے میں امام اعظم کے تاثرات بیان کرنے کے بعد ان کے فقہ کی طرف میلان کا ذکر کیا ہے کہ امام اعظم نے فرمایا:''بعدازاں میں نے فقہ کی ورق گردانی شروع کی۔جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا اس کا رعب بڑھتا ہی گیا اور اس میں مجھے کوئی حرج دکھائی نہ دیا۔میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء و مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاق عالیہ سے آراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اداء فرض اقامت دین متین' اظہار عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعہ دنیا کمانا چاہے تو بڑے بلند مناصب پر فائز ہوسکتا ہے۔اور اگر تخلیہ و عبادت کا آرزو مند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے۔بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ صاحب علم فقہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے''(۲۰)......یہاں امام اعظم کے اس فقرے پر شاید کسی ذہن میں یہ خلش پیدا ہو کہ کوئی شخص فقہ کے ذریعہ دنیا کمانا چاہے۔تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہوسکتا ہے۔تو اس شبے کا ازالہ اس

واضح اور اہم تاریخی واقعے سے ہوتا ہے۔ کہ آپ نے منصب قضا کو ٹھکرا کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حتی کہ قید میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ خطیب بغدادی نے اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''کہ ابو جعفر منصور نے امام اعظم کو بلایا اور عہدہ قضا پیش کیا۔ تو آپ نے انکار کیا۔ اس نے آپ کو مجبور کر دیا۔ ایک روز بلایا۔ پھر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے ''جان چھڑانے کی غرض سے'' فرمایا۔ **لااصلح للقضاء** "میں قضا کا اہل نہیں ہوں'' منصور نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، پھر آپ کو دوبارہ منصب قضا پیش کیا' تو امام اعظم نے فرمایا۔ ''امیر المومنین نے اس وقت خود فیصلہ فرما دیا کہ میں قضا کا اہل نہیں جب مجھے کذب کی طرف منسوب کر دیا۔ اگر میں کاذب ہوں تو قضا کا اہل نہیں ہوں اور اگر میں صادق اور سچا ہوں تو میں نے از خود امیر المومنین کو اس امر سے آگاہ کر ہی دیا ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔'' خطیب بغدادی کے الفاظ یہ ہیں: **''فقال ابو حنیفہ: ''قدحکم علی امیر المومنین انی لااصلح للقضاء لانه ینسبنی الی الکذب، فان کنت کاذبافلااصلح. وان کنت صادقافقداخبرت امیر المؤمنین انی لااصلح''.** چنانچہ منصور نے آپ کو پھر جیل میں بھجوا دیا۔ (۲۱)...... خطیب بغدادی نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ آپ کی وفات جیل میں ہوئی **''والصحیح انه توفی وهو فی السجن''** (۲۲) اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے علم فقہ کا انتخاب اس لیے فرمایا کہ عظیم دینی اور ملی خدمت انجام دے سکیں۔ ورنہ آپ کی طبیعت پر زہد و تقوی کا رنگ غالب تھا۔ سید مخدوم علی ہجویری کی کشف المحجوب میں آپ کے زہد و ورع کی طرف طبعی میلان کا اشارہ ملتا ہے۔ انہوں نے امام اعظم کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ **"امام امامان و مقتدائی سنیان شرف فقهاو عز علماء ابو حنیفه نعمان بن ثابتؓ وی را اندر مجاهدات و عبادت قدم درست بوده است و اندر اصول این طریقت شانی عظیم داشت''** ۔ (۲۳)...... سید مخدوم علی ہجویری لکھتے ہیں کہ آپ ایک روز خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: کہ تم میری سنت کو زندہ کرو گے۔ اس لیے عزلت اور گوشہ نشینی اختیار نہ کرو'' (۲۴)......

المختصر یہ کہ ابو حنیفہ کی پوری زندگی ایک طرف زہد و تقوی سے مزین، اخلاق فاضلہ سے آراستہ...... (۲۵)۔ اور امانت و دیانت...... (۲۶)۔ کی آئینہ دار ہے۔ تو دوسری طرف علم و تحقیق، تدوین فقہ اور شب و روز نئے مسائل میں غور و فکر اور بحث و تمحیص اور اجتہادی مساعی کی عکاسی کرتی ہے

اور بقول ڈاکٹر صبحی محمصانی وفورِ علم کی بنا پر انہیں امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔(۲۷)...... خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۲۸)...... میں اور خیر الدین الزرکلی نے الاعلام (۲۹)...... میں امام شافعی کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے صدر الائمہ الموفق المکی کے حوالے سے محمد بن ابی مطیع کے والد کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی چار ہزار مشکل سوالات مرتب کیے۔ جو ہر فن یا مختلف اوقات سے متعلق تھے۔ وہ ابوحنیفہ کے انتظار میں رہا کرتے تھے چنانچہ رفتہ رفتہ تمام سوالات ختم ہو گئے (۳۰)۔

......ابن خلدون نے مقدمہ میں امام اعظم کی اجتہادی بصیرت کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ ''اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ وارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا۔'' (۳۱)...... امام اعظم کے اجتہاد کے طریق کار کا جائزہ لینے سے قبل اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے فوری بعد خلافت راشدہ میں اجتہاد کا طریق کار کیا تھا۔ علامہ محمد خضری مرحوم، صحابہ کرامؓ کے طریق اجتہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ''یہ لوگ اپنے فتاویٰ میں صرف دو چیزوں پر اعتماد کرتے تھے۔

اولاً قرآن حکیم کیونکہ وہی دین وملت کی بنیاد ہے اور چونکہ وہ ان ہی کی زبان میں نازل ہوا تھا اس لیے وہ اس کو نہایت واضح طور پر سمجھتے تھے۔ نیز ان کو خصوصیت کے ساتھ اسباب نزول کا علم تھا اور اس وقت عرب کے علاوہ اور کوئی شخص ان میں شامل نہیں ہوا تھا۔

ثانیاً حدیث: چنانچہ جب کوئی حدیث مل جاتی تھی۔ تو وہ لوگ بالاتفاق اس کا اتباع کرتے تھے۔ اور جو شخص اس کی روایت کی تصدیق کرتا تھا، اس پر اعتماد کرتے تھے۔ اس بنا پر جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ پر نظر ڈالتے۔ اور اگر اس میں اس کا حکم مل جاتا۔ تو اسی پر فیصلہ کرتے۔ لیکن اگر کتاب اللہ میں وہ حکم نہ ملتا۔ تو حدیث پر نظر دوڑاتے اور اگر ان کے پاس کوئی قابل فیصلہ حدیث ہوتی۔ تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے۔ لیکن اگر تلاش کے بعد بھی حدیث نہ ملتی۔ تو لوگوں سے دریافت فرماتے کہ اس مسئلے میں تم کو رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟ اس حالت میں اکثر لوگ اٹھ کر کہتے کہ آپ ﷺ نے اس معاملہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ (۳۲)...... جہاں تک خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اگر ان کو وہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ملتا۔ تو اس کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا فتویٰ

دریافت فرماتے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا۔ اور ان کو اس کے خلاف کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔ (۳۳)...... دیگر صحابہ کرام کے سامنے بھی مسائل پیش ہوتے تھے جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہیں ہوتی تھی، اس حالت میں ان کو مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا۔ جس کو لوگ رائے سے تعبیر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ جب قرآن مجید میں کوئی تصریح نہ پاتے اور لوگوں کے پاس حدیث بھی نہ ملتی تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے اور جب کسی چیز پر ان کا اتفاقِ رائے ہو جاتا۔ تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل بھی یہی تھا (۳۴)۔...... علامہ خضریؒ کے اس قدر طویل اقتباس سے جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں سب سے پہلے کتاب وسنت کو پیش نظر رکھا جاتا۔ پھر اقوال صحابہ کو نظائر (precedents) کے طور پر ملحوظ رکھا جاتا اور تیسرا اہم ذریعہ جس سے مسائل کو حل کیا جاتا تھا' اہل علم وفضل صحابہ کی مجلس مشاورت تھی۔ امام اعظم کے طریق اجتہاد کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ان کے اجتہاد کے طریق کار میں بھی ہمیں یہی اصول کار فرما نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے امام اعظم کے اجتہاد کے طریق کار کے ضمن میں خود ان کا اپنا قول پیش کیا ہے۔ **اذالم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ۔ نظرت فی اقاویل اصحابہ ولا اخرج عن قولھم الی قول غیرھم۔ فاذاانتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن جبیر فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدو۔** (۳۵)...... صدر الائمہ الامام الموفق بن احمد المکی نے اپنی مشہور کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ میں اسی مضمون کو معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے (۳۶)

...... امام اعظم کے اجتہاد کا اولین مدار قرآن حکیم تھا۔ صدر الائمہ نے چند روایات نقل کی ہیں جن سے امام اعظم کا قرآن حکیم سے گہرا شغف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **"ان اباحنیفۃ کان فی ابتداء امرہ مواظبا علی قراۃ القرآن فکان یختم القران فی کل یوم مرۃ فلما اشتغل باستخراج الاصول واستنباط المسائل واجتمع عندہ الاصحاب ما امکنہ ختم القران الا فی ثلثۃ ایام"**۔ (۳۷)...... گویا مصروف ترین ایام میں بھی تین روز میں ایک دفعہ پورے قرآن حکیم کے مضامین آپ کی نگاہ سے گزر جاتے تھے ڈاکٹر حمید اللہ نے امام اعظم سے متعلق بڑی پیاری بات کہی ہے کہ حقیقت میں ان کو قرآن حکیم سے عشق تھا۔ وہ

صدرالائمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔''کہ جب کبھی کسی نہایت دقیق مسئلے پر غور کرنا ہوتا تو وہ تخلیے میں اپنے تین مخصوص شاگردوں کو لیتے۔جن میں سے ایک خوش الحانی سے کچھ آیات کی تلاوت کرتا پھر ابوحنیفہ ان سے اس مسئلے میں باہم بحث کرتے۔''(۳۸)...... یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے جو بعض حضرات کی طرف سے امام اعظم کے متعلق اکثر ذکر کی جاتی ہے کہ انہیں علم حدیث میں رسوخ حاصل نہ تھا۔الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس اعتراض کو نقل کرکے متعدد اہل علم کے اقوال کے حوالوں سے اس غلط فہمی کا شافی ازالہ کردیا ہے۔ان میں سے صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ ”ویقول ابویوسف اکبر اصحابه‘مارایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة، کمایقول فی مناقبه اخری:وکان هو ابصر بالحدیث الصحیح متی،،۔(۳۹)......الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے اس ضمن میں ابوعصمۃ کے حوالے سے خود امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے۔”ماجاء ناعن رسول اللهﷺقبلناه علی الراس والعینین،وماجاء ناعن اصحابه رحمهم الله اخترنا منه ولم نخرج عن اقوالهم،وماجاء ناعن التابعین فهم رجال ونحن رجال“ (۴۰)......کتاب وسنت کے بنیادی ماخذ کے علاوہ صحابہ کرام کے قضایا اور فتاویٰ فقہ حنفی کی اساس ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی امام اعظم کے طریق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حضرت علیؓ کے قضایا اور فتوے اور قاضی شریح کے قضایا اور فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔انہوں نے اسی سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کیے۔''(۴۲) امام اعظم کے طریق اجتہاد کے ضمن میں ایک اور خاص قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ آپ عظیم اجتہادی بصیرت، فراست و فطانت اور خداداد تخلیقی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اپنے رفقائے کار کی مجلس مشاورت منعقد کرتے اور اس میں مسائل کو حل فرماتے۔ڈاکٹر حمیداللہ کے بقول''کوفہ کی مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کے لئے رہتی تھیں۔(۴۳)......علامہ ابن البزاز الکروری نے جہاں امام اعظم کو”السابق لتدوین علوم الشریعة. ......اور......فکان اول من دونه۔'' قرار دیکر فقہ اسلامی کی تدوین میں انکی سبقت اور شرف کا جہاں ذکر کیا ہے وہاں انکی اس خصوصیت کا بھی ذکر آیا ہے کہ انکو اکابر تلامذہ کا ایک ایسا حلقہ نصیب ہوا جو نہ کبھی ان سے پہلے کسی امام کو حاصل ہوا اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو حاصل ہوا۔چنانچہ ان تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے۔انہوں نے

آپ کے چند خاص مایہ ناز شاگردوں کے نام گنوائے ہیں۔مثلاً ابویوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی۔ امام زفر، امام الحسن بن زیاد، امام وکیع بن الجراح۔امام عبداللہ بن المبارک، امام بشر بن زیاد، امام وکیع بن یزید الدزدی الشیخ داؤد الطائی، یوسف بن خالد مالک الجبلی ،نوح بن ابی مریم، ان اسماء کا ذکر کرنے کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:"**فوضع امام الانام مذهبه شورى بينهم ولم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهادافى الدين**۔'' گویا امام ابوحنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ مذہب کو مشورے پر منحصر کردیا تھا۔(۴۴)......علامہ ابن البزازالکروری نے اصولی طریق کار کے ساتھ ساتھ امام اعظم کے عملی طریق پر بھی روشنی ڈالی ہے۔لکھتے ہیں۔"**فكان يطرح مسئلة لهم ثم يسال ماعندهم ويقول ماعنده ويناظرهم فى كل مسئلة شهرااو اكثر وياتى بدلائل انور من السراج الازهر**،" اوراس بحث وتمحیص اور اتفاق کے بعد اس مسئلے کو لکھ لیا جاتا......ڈاکٹر حمید اللہ نے علامہ الموفق المکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس طرح پانچ لاکھ مسئلے مرتب ہوئے۔جن میں سے اڑتالیس ہزار کا تعلق عبادات سے ہے اور باقی کا معاملات سے ہے(۴۵)......الدکتور محمد یوسف موسیٰ نے امام اعظم کے اصول اجتہاد کو جامع مگر انتہائی مختصر انداز میں ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ "**يتبين لنا ان اصول مذهبه كانت: القران والسنة والاجماع، والقياس وما اليه من الاستحسان**(۴۶)......علامہ ابن خلدون نے مقدمہ(۴۷)......میں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ(۴۸)......میں اور پروفیسر ابوزہرہ(۴۹)......نے امام اعظم اور ان کے تلامذہ کے طریق اجتہاد واستنباط اور تخریج مسائل میں ان کی مہارت کی بے حد تعریف کی ہے۔مقالے کے آخر میں اس گزارش کو پھر دہرانا چاہتا ہوں۔کہ آج عالم اسلام پھر بیشمار مسائل سے دوچار ہے۔لیکن تہذیب وافکار مغرب کے زیر اثر، مسلم ممالک نے اسلام کے اس بے مثال قانون کو، جو اپنے دور میں قانون حمورابی، قانون موسوی، قانون یونانی اور قانون رومی پر چھا گیا تھا۔اور جس نے ایک اعلیٰ وارفع قانون ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا تھا، اسے فراموش کرکے فرانس، سوئٹزرلینڈ اور دیگر مغربی قوانین سے خوشہ چینی کی ہے اوراس وقت بلاد اسلامیہ میں مروج بیشتر قوانین کسی نہ کسی مغربی قانون سے ماخوذ ہیں۔حتی کہ آج مصر، عراق اور شام میں سود کو الفوائد المحقق علیہا کے نام دے کر جائز قرار دیا گیا ہے۔وقت کا تقاضا ہے کہ امام اعظم کے اجتہاد کے طریق کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی روشنی میں باہمی مشاورت سے دور حاضر کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا

جائے۔ دورحاضر میں باہمی مشاورت کا یہ طریق ممکن ہوسکتا ہے کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں علماء کونسلیں قائم کی جائیں جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ ساتھ سکالرز اور ماہرین بھی شامل ہوں۔ اور وہ مسائل کے فنی اور شرعی پہلوؤں پر خوب غور وفکر کرکے مسائل کا حل پیش کریں۔ یہ نتائج و ثمرات پھر بین الاقوامی علماء کونسل (inter national ulema concil) جس کا مرکزی مقام جدہ یا اسلام آباد ہوسکتا ہے، میں مزید غوروخوض کے لئے پیش ہوں۔ اس طرح افکار وآراء کا عطر نچڑ کر مرکز میں پہنچ سکتا ہے۔ بہرکیف کاسئہ گدائی لے کر اغیار کے افکار و آراء کی خوشہ چینی کے بجائے موثر اور فعال جدوجہد سے ہم اپنے مسائل کو آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ حل کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے خواہش وارادہ کافی نہیں عزم صمیم کی ضرورت ہے۔ بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ؎

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے، بانگ لاتخف

حواشی

۱۔ حال ہی میں (۲۲/ اگست ۱۹۸۰ء اسلام آباد میں علماء کنونشن اسی مقصد کے لئے بلایا گیا تھا جس کی صدارت خود صدر مملکت نے فرمائی تھی۔

۲۔ micheal h. harl:the 100 a ranking of the most influential persons in history new york 1978 p.33

۳۔ الشیخ محمد الخضری: تاریخ التشریع الاسلامی۔ طبع مصر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۶ تا ۳۹۔

۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ: امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی n.d، صفحہ نمبر ۱۳۔

۵۔ الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی۔ مشکاۃ المصابیح طبع دمشق ۱۹۶۱ الجزء الثانی۔ ۳۳۳۔

۶۔ ایضا: صفحہ ۳۳۴

۷۔ صبحی محمصانی: فلسفۃ التشریع فی الاسلام بیروت، ۱۹۶۱، ص ۳۳، ۳۴۔

۸۔ ابن خلدون: مقدمہ، اردو ترجمہ ص ۴۶۹۔

۹۔ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغۃ (اردو ترجمہ: برہان الٰہی) لاہور، حصہ اول ص ۳۷۵۔

۱۰۔ الشیخ محمد خضری: تاریخ التشریع الاسلامی۔مصر۔۱۹۶۰ص۱۱۷تا۱۲۷۔

۱۱۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی ص۸تا۱۰۔

۱۲۔ 12.dr.hamiduliah..introduction to islam lahore1974 page 267.

۱۳۔ صبحی محمصانی:فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت۱۹۶۱ص۴۱۔

۱۴۔ ایضا،ص۴۱۔

۱۵۔ خیرالدین الزرکلی:الاعلام۔الجزء التاسع۔ص۴۔خطیب بغدادی نے بھی ابونعیم کے حوالے سے لکھا ہے۔"ولد ابو حنیفه ستة ثمانین بلا مائة و مات سنة خمسين و مائة و عاش سبعين سنة."(تاریخ بغداد ج۔۱۳۔ص۳۳۰۔

۱۶۔ الدکتورمحمد یوسف موسی:محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی(۳)(ابوحنیفہ النعمان ومذہبہ فی الفقہ) قاہرہ۱۹۵۶ء،ص۳۳۔

۱۷۔ ابوزہرہ:ابوحنیفہ۔حیاتہ وعصرہ وآراءہ وفقہہ (اردوترجمہ)ص۴۶۔

۱۸۔ خطیب بغدادی۔تاریخ بغدادمصر۱۹۳۱ء۔جلد۱۳،ص۳۲۶۔

۱۹۔ الدکتورمحمد یوسف موسی۔محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳)ص۳۶۔

۲۰۔ ابوزہرہ:ابوحنیفہ۔حیاۃ وعصرہ وآراءوفقہہ(اردوترجمہ:حیات حضرت امام ابوحنیفہ)ص۵۰۔۵۱۔

۲۱۔ خطیب بغدادی۔تاریخ بغداد۔ج۱۳،ص۳۲۸۔

۲۲۔ ایضا۔

۲۳۔ سیدمخدوم علی بن عثمان ہجویری: کشف المحجوب،لاہور۱۹۶۸ء،ص۹۸۔

۲۴۔ سیدمخدوم علی بن عثمان ہجویری: کشف المحجوب لاہور،۱۹۶۸ء،ص۹۸۔

۲۵۔ الدکتورمحمد یوسف موسی:محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی،قاہرہ۱۹۵۶ء،ص۴۸،ص۵۲۔

۲۶۔ ایضا۔ص۴۴۔

۲۷۔ صبحی محمصانی۔فلسفۃ التشریع فی الاسلام،ص۴۲۔

۲۸۔ تاریخ بغداد،ج۱۳،ص۳۴۶۔

۲۹۔ الاعلام،ص۹،ص۵۔

۳۰۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی۔ص۳۴،نیزدیکھئے۔الموفق المکی:مناقب الامام الاعظم،حیدرآبادالدکن۔۱۳۲۱،الجزءالاول ص۱۴۱۔۱۴۲

☆درء المفاسد اولي من جلب المصالح☆

۳۱۔ ابن خلدون، مقدمہ (اردو ترجمہ)، کراچی، ص ۴۶۸۔

۳۲۔ علامہ خضری: تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

۳۳۔ ایضا۔

۳۴۔ ایضا۔

۳۵۔ ابن عبدالبر۔ الانتقاء۔ القاہرہ ۱۳۵۰ھ، ص ۱۴۳۔ بحوالہ صبحی محمصانی: فلسفہ التشریع فی الاسلام، بیروت ۱۹۶۱ء، ص ۴۲، نیز دیکھئے الدکتور محمد یوسف موسی: محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی۔ (۳) ص ۶۲۔۶۳۔

۳۶۔ الموفق المکی: مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔ حیدر آباد دکن ۱۳۲۱ھ الجزء الاول ص ۸۹۔

۳۷۔ ایضا ص ۲۴۴۔

۳۸۔ الموفق المکی: ص ۶۹، ڈاکٹر حمید اللہ: امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ص ۳۵۔

۳۹۔ الدکتور ابو یوسف موسی: محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) ص ۶۶

۴۰۔ الدکتور ابو یوسف موسی: محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) ص ۶۳

۴۱۔ شاہ ولی اللہ الدہلوی۔ حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ برہان الہی) صفحہ ۳۸۱

۴۲۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۳۵۔

۴۳۔ محمد بن محمد شہاب المعروف بابن البز ازالکروری۔ مناقب الام الاعظم، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۱ھ ص ۴۹۔۵۰۔

۴۴۔ محمد بن محمد بن شہاب المعروف یابن البز ازالکروری مناقب الامام الاعظم، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۱ء ص ۵۰۔۵۱

۴۵۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ص ۳۹۔ مزید دیکھئے۔ علامہ الموفق المکی۔ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔ الجزء الثانی، ص ۱۳۷

۴۶۔ الدکتور محمد یوسف موسی: محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی (۳) القاہرہ ۱۹۵۶ء وص ۶۳

۴۷۔ ابن خلدون: مقدمہ (اردو ترجمہ) ص ۴۶۹۔

۴۸۔ حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ: برہان الہی، حصہ اول، ص ۳۸۶۔۳۸۷۔

۴۹۔ ابوزہرہ۔ حیات حضرت امام ابوحنیفہ (اردو ترجمہ) ص ۳۳۱۔۳۳۲۔

☆ لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان ☆ زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے ☆